محمد منیر الدین

# غیر مقلدیت

## سوالات و جوابات

سید توفیق عبید



ناشر

مکتبہ دار الفکر، ہاشم آباد، حیدر آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال :- کیا ہر اہل حدیث (غیر مقلد) صرف اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہے؟

جواب :- یہ بات بالکل جھوٹ ہے کہ ہر اہل حدیث صرف اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ تمام انسانی طبقات کی طرح غیر مقلدوں میں بھی دو قسم کے لوگ ہیں، ایک تو عوام ہیں جو سرے سے دینی علوم نہیں جانتے، یا کچھ کچھ معلومات رکھتے ہیں، دوسرے ان کے مولوی اور عالم لوگ ہیں، عوام کے لئے تقلید کے بغیر کوئی چارہ نہیں —— رہ گئے ان کے مولوی اور عالم تو چوں کہ وہ بھی مجتہد نہیں ہیں، اس لئے ان کے لئے بھی تقلید ضروری ہے، عوام ہوں یا غیر مجتہد مولوی و عالم —— ان کے لئے تقلید کے سوا کوئی صورت نہیں؛ کیوں کہ یہ دونوں قسم کے لوگ اجتہاد و تحقیق کی صلاحیت نہیں رکھتے، بلا شبہ یہ سب لوگ تقلید کرتے ہیں؛ لیکن تحقیق کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ دعویٰ خالص جھوٹ اور فریب ہے، یہ بھی تعجب خیز بات ہے کہ اہل حدیث لوگ صرف فقہائے کرام کی تحقیقات کو تسلیم نہیں کرتے، بقیہ تمام فنون کے ماہرین کی تقلید کو اپنے عمل سے صحیح مانتے ہیں۔ جبکہ اس تفریق کے جواز کیلئے ان کے پاس نہ تو قرآن کی کوئی آیت ہے۔ اور نہ کوئی حدیث ہے۔

سوال :- تو کیا اہل حدیث لوگوں میں کوئی بھی مجتہد نہیں ہے؟

جواب :- تقریباً پونے دوسو برس پہلے تو اس فرقہ کا وجود ہی نہیں تھا، اب جب کہ اس کے وجود پر تقریباً پونے دوسو برس کا زمانہ گزر رہا ہے، پوری دنیا میں اس فرقہ کے اندر کوئی مجتہد نہیں ہوا ہے اور نہ اس وقت ہے، اگر مجتہد بھی ہو تو اس سے اس طبقہ کو کیا فائدہ ہوگا؟ شیعہ حضرات قرآن کریم کو مکمل نہیں مانتے، اس لئے ان میں کوئی آدمی حافظ قرآن نہیں ہوتا، یہ لوگ کسی کے اجتہاد کو تسلیم نہیں کرتے، اس لئے ان میں کوئی آدمی مجتہد نہیں ہوتا، اگر ان میں بالفرض کوئی آدمی مجتہد ہے تو چاہئے کہ وہ اعلان کرے کہ وہ مقام اجتہاد پر

فائز ہے؛ لیکن یہ دھیان رکھے کہ دنیا جانچ کرے گی کہ اس میں اجتہاد کی صلاحیت ہے یا نہیں؟ اعلان سے پہلے علامہ سیوطیؒ کا واقعہ بھی ذہن میں رکھے کہ انھوں نے اجتہاد کا دعویٰ کیا تھا، تو چند سوالات کر کے علماء نے ان کی ہوا نکال دی، اس کے بعد وہ نتیجتاً شافعی کے شافعی ہی رہے۔ (العرف الشذی:۲۶۸)

اہل حدیث لوگوں میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالیؒ، ناصر الدین البانیؒ، علامہ عبد الرحمٰن مبارکپوریؒ اور نواب وحید الزماں حیدرآبادیؒ کا بڑا اونچا علمی مقام ہے،؛ لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ بھوپالی صاحبؒ نے ''بدور الاهله'' اور نواب وحید الزماںؒ نے ''نزل الابرار'' میں کیا بکواس کی ہے، محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ نے ''الالبانی شذوذه واخطائة'' لکھ کر البانیؒ صاحب کی حدیث دانی اور غیر مقلدیت کو عالم آشکارا کر دیا ہے، علامہ مبارکپوریؒ نے ابکار المنن اور تحقیق الکلام وغیرہ میں قراءت فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر جو کچھ لکھا تھا، مولانا سرفراز خاں صفدر نے ''احسن الکلام'' تحریر کر کے اس کے پرخچے اڑا دیئے ہیں، حضرت الاعظمیؒ نے علامہ مبارکپوریؒ کی حیات ہی میں ان کی ''تحفة الاحوذی'' پر استدراک وتعاقب فرمایا تھا، جسے ان کے لائق وفائق نواسے ڈاکٹر مسعود احمد صاحب ''سہ ماہی المآثر، مئو'' میں اپنی تشریحات کے ساتھ قسط وار شائع کر رہے ہیں، اس تعاقب کے ساتھ مولانا فیض الرحمٰن بھاولپوریؒ کی ''رش السحاب'' پڑھیئے تو آپ کی نگاہ میں علامہ مبارکپوریؒ کی علمی رسائی کا بھرم کھل جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ اہل حدیث نامی گمراہ فرقہ میں کوئی شخص بھی صاحب اجتہاد نہیں ہے؛ کیوں کہ ان کو سرے سے اس کی ضرورت ہی نہیں ہے، ان میں کا ہر آدمی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائے ہوا ہے اور کوڑا کرکٹ بھر کے اپنی دوکان الگ الگ سجائے ہوا ہے۔

سوال :- جب یہ لوگ خود تقلید کرتے ہیں تو عوام کو ترک تقلید کی دعوت کیوں دیتے ہیں؟

جواب :- چوں کہ یہ طبقہ انگریزوں کے دور کی پیداوار ہے اور انگریزوں کا مقصد مسلمانوں کی مرکزیت ختم کر کے انتشار میں مبتلا کرنا تھا؛ اس لئے اس فرقہ کی تحریک کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی مرکزیت ختم ہو جائے اور ان پڑھ جاہل لوگ بھی اپنے غلط علم وفہم پر گھمنڈ کرنے لگیں، تاکہ مسلمانوں کی اجتماعیت

انتشار و نزاع میں اُلجھ جائے، ترکِ تقلید کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو دین کے نام پر دین سے دوری، آوارہ گردی اور دین بیزاری میں پھنسا دیا جائے۔

سوال:- غیر مقلد لوگ ہر شخص کو کہتے ہیں کہ خود ''تحقیق'' کرو، کسی فقیہ کی بات نہ مانو، کیا ہر شخص میں تحقیق کی اہلیت ہوتی ہے؟ یہ بھی بتائیں کہ ''تحقیق'' کا مطلب کیا ہے؟

جواب:- استنباط، تطبیق اور ترجیح کے ذریعہ احکام و مسائل کو واضح کرنے کا نام تحقیق ہے اور جو شخص یہ عمل کرتا ہے، اس کو ''محقق'' کہا جاتا ہے۔ (کشف الباری :۱/۴۷)

اس تعریف کو سامنے رکھئے تو اہل حدیث لوگوں کی اس دعوت کی لغویت کھل جائے گی؛ کیوں کہ ہر آدمی نہ استنباط کرسکتا ہے اور نہ تطبیق و ترجیح پر قدرت رکھتا ہے، اہل حدیث لوگوں کا مقصد چوں کہ صحیح راستہ سے عوام کو بھٹکانا ہے، اس لئے ہر آدمی کو جان بوجھ کر محقق بننے کے لئے اُکساتے ہیں۔

دنیا جانتی ہے کہ کسی فن میں کسی چیز کی تحقیق وہی آدمی کر سکے گا، جو اس فن کی اصطلاحات سے واقف ہو اور ضروری لوازمات سے لیس ہو، اگر کسی میں یہ اوصاف نہ ہوں تو وہ نہ تحقیق کا اہل ہے اور نہ تحقیق کر سکے گا، ضروری اوصاف سے عاری آدمی اگر کہے گا کہ ''یہ میری تحقیق ہے'' تو کھلے طور سے فریب اور دھوکا ہوگا۔

سوال:- کیا فرقۂ اہل حدیث نیا فرقہ ہے؟

جواب:- ہاں! یہ فرقہ اسلام میں بالکل نیا فرقہ ہے، یہ فرقہ مسلمانوں کے دین و ایمان کے لئے فتنہ بھی ہے؛ کیوں کہ یہ فرقہ فکری اور علمی آوارگی میں مبتلا ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی اسی بے راہ روی میں ملوث کرنا چاہتا ہے، تقریباً پونے دو سو برس پہلے اس فرقہ کا وجود ہوا، اس سے پہلے اسلامی تاریخ میں اس کا کہیں وجود نہیں تھا، اہل حدیث ہونے کا مطلب آج کل یہ ہے کہ وہ فقہ کا منکر ہو اور رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ چند باتوں پر عمل کرے تو وہ اہل حدیث ہے، اس مفہوم میں کسی زمانہ میں اہل حدیث کا وجود نہیں تھا۔

سوال:- اہل حدیث فرقہ — کس طرح — نیا فرقہ ہے؟

جواب:- پہلے آپ یہ سمجھیں کہ اہل حدیث کس کو کہتے ہیں؟ اہل حدیث سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو فقہ کا منکر ہو، اب آپ اسلام کی تاریخ میں چراغ لے کر تلاش کیجئے کہ :

(1) کیا کسی دور میں بھی کسی نے فقہ کا انکار کیا ہے؟ اور یہ کہ کیا فقہ کے منکر کو اہل حدیث کہا گیا ہے؟ اور یہ کہ کیا اَن پڑھ اور جاہل آدمی کو اہل حدیث کہا گیا ہے؟ جواب صاف ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا، جب ایسا نہیں ہوا تو کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ یہ فرقہ بالکل نیا فرقہ ہے۔

(2) ہندوستان میں انگریزوں کی آمد سے قبل اس فرقہ کی نہ کوئی مسجد تھی، نہ مدرسہ تھا، نہ کوئی عالم تھا اور نہ کوئی کتاب تھی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نیا فرقہ ہے۔

(3) اگر یہ فرقہ اور اس کا نام پہلے سے موجود ہوتا تو سوچئے کہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ کیوں انگریز حکومت کو درخواست دیتے کہ میرے طبقہ کے افراد کو اہل حدیث کہا جائے۔

سوال:- اہل حدیث فرقہ — نیا فرقہ ہے تو اس سے مسلمانوں کو فائدہ ہے یا نقصان؟

جواب:- فائدہ کچھ نہیں ہے، نقصان ہی نقصان ہے، سمجھنے کی بات ہے کہ جب انگریز مسلمانوں کے دشمن ہیں تو ان کی سازش سے اٹھے ہوئے فرقے سے مسلمانوں کو کس طرح فائدہ ہوگا؟ اس فرقہ میں کچھ لوگ غلط فہمی کے شکار ہیں اور کچھ لوگ جان بوجھ کر عوام کو غلط راستے پر ڈال کر گمراہ کر رہے ہیں، دین تو منقول ہے اور تسلسل کے ساتھ منقول ہے، یہ فرقہ ہر آدمی کو من مانی کرنے اور اپنے تخیلات ومزعومات پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ حرکت دینی عمل واستقامت اور ملی وحدت کے لئے سخت نقصاندہ ہے، اہل حدیث لوگوں نے شرعی احکام ومسائل کو بچوں کا کھلونا بنا دیا ہے، اَن پڑھ اور جاہلوں کو بھی یہ لوگ دینی احکام وقوانین پر رائے زنی اور فقہاء، صلحاء پر طعنہ زنی کے لئے اُکساتے رہتے ہیں، جب کہ دنیا کی کوئی

حکومت اور کوئی ادارہ اپنے دستور و قوانین پر ہر آدمی کو چاند ماری کا حق نہیں دیتا، صرف اہل حدیث لوگ ہی ہر شخص کو ـــ خواہ وہ ـــ کیسا ہی بے صلاحیت ہو ـــ شرعی احکام کو تختۂ مشق بنا کر کھلواڑ کرنے کا حق دیتے ہیں، ان کی باتوں اور حرکتوں سے بیّن طور سے محسوس ہوتا ہے کہ بد دماغی، بد علمی، بدفہمی اور بد زبانی نئے نئے اہل حدیثوں کے خصوصی اوصاف و امتیازات ہیں۔

سوال:- یہ فرقہ لوگوں کو غیر مقلدیت کے جال میں پھانسنے کیلئے کونسا طریقہ اختیار کرتا ہے؟

جواب:- اہل حدیث لوگ عوام کو اپنے دام تزویر میں پھانسنے کے لئے ناواقف، جاہل اور کم سن نوجوانوں کو زیادہ تر آلۂ کار بناتے ہیں، یہ جاہل نوجوان ایک کام یہ کرتے ہیں کہ مقلدوں خصوصاً حنفیوں کی مسجد میں جا کر نماز میں رفع یدین کرتے ہیں، زور سے آمین کہتے ہیں اور ٹانگیں چیر کر کھڑے ہو جاتے ہیں، دوسرا کام یہ کرتے ہیں کہ مقلدوں سے اناپ شناپ سوال کرتے ہیں اور جب کوئی مقلد ان کے سوالوں کا جواب دیتا ہے، تو غیر مقلد ذمہ داروں کے بہکاوے اور ہدایت کے مطابق وہ جوابات سنتے ہی نہیں ہیں، اپنی ہی ہانکے چلے جاتے ہیں، ایک بات کو نا تمام چھوڑ کر دوسری بات شروع کر دیتے ہیں، چیخنے چلانے اور فقہاء و صلحاء کی بدگوئی کرنے کو اپنی دینداری سمجھنے لگتے ہیں، جاہل نوجوانوں کا استحصال کر کے ان کو استعمال کرنے کی حرکت مئی ۱۹۰۳ء کے بعد سے زیادہ ہوگئی ہے، مئی ۰۳ء میں جمعیۃ علماء ہند نے دلی میں تحفظ سنت کانفرنس منعقد کر کے ان کی اوچھی حرکتوں پر قدغن لگانے کی تجویز منظور کی تھی، اس تجویز کے مطابق سعودی حکومت نے تو ان کی بکواسوں پر پابندی لگا دی ہے؛ لیکن ہندوستان میں یہ لوگ پہلے کے مقابلہ میں زیادہ ہی سرگرم ہو گئے ہیں۔

سوال:- اہل حدیث لوگ ـــ جس طرح رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ مسائل کو مسلمانوں میں ہر جگہ اُٹھائے پھرتے ہیں، کیا یہ لوگ قادیانیت کی تردید، بے عمل مسلمانوں کی اصلاح اور مرتد افراد کی اسلام کی طرف واپسی کے لئے کچھ عمل واقدام کرتے ہیں؟

جواب:- نہیں، کچھ بھی نہیں کرتے، نہ تو قادیانیت کی تردید کے لئے عملی طور سے کچھ کرتے ہیں، نہ

ارتداد کی روک تھام کے لئے کچھ کرتے ہیں اور نہ بےعمل مسلمانوں کی اصلاح سے کوئی دلچسپی رکھتے ہیں، ان کے ایک بڑے مولانا شیخ الکل نذیر حسین دہلویؒ نے مرزا غلام احمد قادیانی کا نکاح پڑھایا تھا اور دوسرے بڑے عالم حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ گرچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف تھے؛ لیکن کبھی اس کو خارج اسلام نہیں کہا؛ کیوں کہ قادیانی کے لئے ان کے دلوں میں نرم گوشہ تھا، حضرت امرتسریؒ وغیرہ نے قادیانیت کی مزاحمت کی تھی؛ بلکہ مباہلہ بھی کیا تھا؛ لیکن موجودہ اہل حدیث لوگ میدان میں اُتر کر قادیانیت کی کچھ بھی عملی تردید نہیں کر رہے ہیں۔

یوپی میں متھرا کے مضافات، آندھرا پردیش میں دیہی علاقے، راجستھان میں ضلع اجمیر اور اس کے اطراف، ہریانہ میں گاؤں کے گاؤں قادیانیت یا ارتداد کے شکار ہیں، بہار میں نیپال سے متصل سرحدی علاقوں میں بے دینی کی ایک نئی شکل ''کبیر پنتھی'' پھیل رہی ہے، جس کا مرکز اٹاوہ، یوپی اور فیرس لین کلکتہ میں ہے، لاکھوں نہیں، کروڑوں افراد اسلام کے عملی احکام سے محروم ہیں، ہندوستان میں ہزاروں مسجدیں اب بھی غیر مسلموں کے قبضے میں ہیں، یہ سارے اُمور و مقامات ذی علم، ذی ثروت، فکر مند، دردمند اور ہوشمند اصحاب کی توجہ کے محتاج و منتظر ہیں، اہل حدیث حضرات کو چاہئے کہ جس طرح دوسرے مکاتب فکر کے مسلمان ارتداد زدہ علاقوں میں اسلام کی واپسی، مسلمانوں کی عملی زندگی کی اصلاح، قادیانیت کی تردید اور مسجدوں کی واگذاری و بازیابی کیلئے اپنی استطاعت بھر ایثار، محنت اور مجاہدے کر رہے ہیں، یہ بھی اس میں عملی حصہ لیتے؛ لیکن نہیں لے رہے ہیں؛ کیوں کہ ان کو قادیانیت کی تردید، ارتداد زدہ مسلمانوں کی واپسی، مسلمانوں کی عملی اصلاح اور مساجد کی واگذاری سے کوئی مطلب نہیں ہے، ان کا مقصد تو بس یہ ہے کہ چند معمولی، فروعی، غیر ضروری اور غیر اہم مسائل میں اُلجھا کر مسلمانوں کی اجتماعیت میں دراڑ پیدا کیا جائے اور قرآن وسنت کا نام لے کر مسلمانوں کو قرآن وسنت سے دور کیا جائے۔

سوال:- کیا یہ درست ہے کہ کوئی روایت اگر ضعیف ہو تو وہ عمل کی لائق نہیں ہے؟

جواب:- ہر ضعیف روایت نہ قابل رد ہوتی ہے اور نہ قابل عمل ہوتی ہے؛ کیوں کہ محدثین (فن حدیث کے جانکاروں) کا فیصلہ ہے کہ ضعیف روایت کو اگر تلقی بالقبول حاصل ہو تو وہ معتبر ہوتی ہے،

علامہ سخاویؒ تحریر فرماتے ہیں: ''اذا تلقت الامة الضعیف بالقبول یعمل به ''(فتح المغیث:۲۸۵/۱ ،ط:مئو) یہی بات علامہ عراقیؒ نے لکھی ہے (دیکھئے:فتح المغیث للعراقی :۴۹۸/۱، ط:ریاض) اور فضائل اعمال میں ضعیف روایت کا چند شرطوں کے ساتھ معتبر ہونا تو محدثین کے درمیان معروف ومشہور بات ہے۔(دیکھئے:فتح المغیث للسخاوی:۲۸۵/۱)

سوال:- جامعہ سلفیہ بنارس سے ایک کتابچہ شائع ہوا ہے، کتابچے کا نام ''رکعات تراویح اور علماء احناف'' کتابچے کے مؤلف کرم الدین صاحب سلفی ہیں، اس کتابچے کے مضامین کو لے کر حیدرآباد میں ایک پمفلٹ شائع کیا گیا ہے، اس کتابچے میں لکھا ہے کہ علامہ ابن ہمام حنفیؒ، علامہ عینیؒ، علامہ محمد طاہر حنفیؒ، مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ، انور شاہ کشمیریؒ، محمد بن عبدالقادر سندھیؒ، عبدالحق محدث دہلویؒ، امام زیلعیؒ، ملاعلی قاری حنفیؒ، مولانا احمد علی سہارنپوریؒ، شیخ محمد تھانویؒ اور مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ نے ۲۰ رکعت والی تراویح کی روایت کو ضعیف اور ناقابل عمل قرار دیا ہے۔

جواب:- نہیں، یہ بات بالکل صحیح نہیں ہے، یہ بات صحیح ہوتی تو یہ لوگ خود کیوں ۲۰ رکعات تراویح پڑھتے، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ مذکورہ تمام لوگ ۲۰ رکعت تراویح پڑھتے تھے، ان لوگوں نے یہ کہاں لکھا ہے کہ شریعت میں ۲۰ رکعت تراویح پڑھنا درست نہیں ہے اور جو شخص ۲۰ رکعت تراویح پڑھے گا، وہ سنت کا تارک ہوگا؟ ان حضرات نے اس مسئلہ پر جو علمی اور فنی بحث کی ہے، اس کو سمجھنے کے لئے دماغ بیدار ذہن ثاقب، طبیعت میں عدم تعصب وعدم تحزب کے ساتھ مزاج میں اعتدال وانصاف چاہئے، جس سے طبقہ اہل حدیث کے افراد یکسر محروم ہیں، جواب طویل ہوجانے کے خوف سے صرف علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ارشاد کو لیجئے، انھوں نے العرف الشذی میں یہ نہیں فرمایا کہ ۲۰ رکعت تراویح سنت نہیں ہے اور آٹھ رکعت ہی سنت ہے، اس لئے آٹھ رکعت ہی پڑھنی چاہئے ؛ بلکہ انھوں نے یہ لکھاہیکہ نبی کریم

ﷺ کا ۲۰ رکعت تراویح پڑھنا ثابت نہیں ہے؛ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت سے ان کے فرمان کے مطابق ۲۰ رکعت پڑھنا ثابت ہے اور اس وقت سے لے کر اسی پر عمل درآمد ہے، آپ غور سے العرف الشذی کے الفاظ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں اور سوچیں کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا نام لے کر کس قدر غلط بیانی؛ بلکہ فریب کاری کی جارہی ہے، العرف الشذی میں پہلے یہ لکھا گیا ہے :

لم يقل احد من الائمة الاربعة باقل من عشرين ركعة فى التراويح واليه جمهور الصحابة .

(فقہ کے) چاروں اماموں میں سے کوئی بھی امام تراویح کی ۲۰ رکعت سے کم کا قائل نہیں ہے، جمہور صحابہ کا بھی یہی موقف ہے۔

پھر لکھا ہے کہ :

ما خوذ الائمة الاربعة هو عمل الفاروق الاعظم .

ائمہ اربعہ کے مسلک کی دلیل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل ہے۔

اس کے بعد تحریر ہے :

اما فعل الفاروق الاعظم فقد تلقته الامة بالقبول واستقر امر التراويح فى السنة الثانية فى عهد عمر .

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے (اس) عمل کو اُمت نے قبول کرلیا ہے اور تراویح کی اسی تعداد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال سے عمل درآمد ہے۔

مزید لکھا ہے :

اقول ان سنة الخلفاء الراشدين ايضا تكون سنة الشريعة كما فى الاصول ان السنة سنة الخلفاء وسنته عليه السلام وقد صح فى الحديث عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين .

خلفائے راشدین کا طریقہ بھی شریعت کا طریقہ ہے؛ کیوں کہ شریعت میں سنت کے لفظ سے

خلفائے راشدین اور نبی کریم ﷺ کی سنت مراد ہوتی ہے، خود حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔

نیز لکھا ہے :

و استقر الامر علی عشرین رکعة .

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت سے لے کر آج تک ۲۰ رکعت پر (ہی) عمل درآمد ہے۔

مذکورہ اقتباسات پڑھئے اور اہل حدیث مؤلف کو داد دیجئے کہ انور شاہ کشمیریؒ کیا فرما رہے ہیں؟ اور یہ صاحب کیا راگ الاپ رہے ہیں سچ ہے ع۔

دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

جس طرح انور شاہ کشمیریؒ کے نام سے غلط بیانی کی گئی ہے، اسی طرح سمجھ لیجئے کہ ان کے علاوہ دوسرے بزرگوں کا بھی نام لے کر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔

یہ بھی دیکھئے کہ مذکورہ کتابچہ میں جن بزرگوں کا نام لیا گیا ہے، وہ سب کے سب امتی ہیں، ان میں سے کوئی بھی نبی نہیں ہے اور غیر مقلدین کہتے ہیں کہ کسی امتی کے قول کا اعتبار نہیں ہے (حالاں کہ قرآن کو قرآن اور حدیث رسول کو حدیث رسول ماننا بھی نبی کریم ﷺ کے بعد اُمتیوں کے قول ہی پر منحصر ہے) تو ان لوگوں کا نام لینے کا مقصد عوام پر جھوٹا رُعب ڈالنے کے سوا کیا ہے؟ کیا غیر مقلد لوگ ان بزرگوں کی تقلید کی دعوت دے رہے ہیں؟ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کے بھی قول وفعل کا اعتبار نہیں ہے؛ حتیٰ کہ ان کے اجماع کو بھی نہیں مانتے، یعنی سارے صحابہ مل کر بھی جو بات کہیں اس کو بھی یہ لوگ تسلیم نہیں کرتے، دوسری طرف مذکورہ اُمتیوں کی بات ماننے پر اصرار کر رہے ہیں، جب کہ ان کی طرف ۲۰ رکعت تراویح کا انتساب ہی غلط ہے۔

سوال:- تو کیا حضرت عمرؓ کے وقت سے ۲۰ رکعت تراویح پڑھنا ثابت ہے۔

جواب:- جی ہاں! پختہ طور سے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ۲۰ رکعت تراویح کا حکم صادر فرمایا تھا، دیکھئے العرف الشذی کے الفاظ " واستقر الامر علی عشرین رکعة " (یعنی ۲۰ رکعت پر تراویح کا

معاملہ قرار پکڑ گیا)۔

سوال:- غیر مقلد لوگ کہتے ہیں کہ اُمت میں لڑائی جھگڑے کا سبب ''فقہ'' ہے، اگر فقہ نہ رہے تو اُمت میں لڑائی جھگڑا نہیں ہوگا، اس لئے فقہ کو چھوڑ دینا چاہئے۔

جواب:- فقہ تو قرآن وحدیث کا خلاصہ ہے، اس کو چھوڑنا تو قرآن وحدیث کے احکام سے اعراض کرنا ہوگا، اس لئے فقہ کو چھوڑنے کی بات شریعت کے تقاضے سے بے خبری ہے، یہ بات صدفی صد غلط اور بے بنیاد ہے کہ اُمت میں لڑائی کی وجہ ''فقہ'' ہے؛ کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی مسائل میں اختلاف تھا اور دوسری باتوں میں بھی نزاع تھا، اگرچہ عہد صحابہ میں فقہ کی باضابطہ تدوین نہیں ہوئی تھی؛ لیکن ''فقہ'' کا وجود تھا اور جب فقہ کی باضابطہ تدوین عمل میں آئی اور حنفی، مالکی، حنبلی وشافعی فقہ کو اُمت نے قبول کرلیا تو ائمہ اربعہ کے ماننے والوں کے درمیان کوئی نزاع نہیں رہا؛ بلکہ باہم احترام و اکرام کا معاملہ رہا اور آج بھی الحمد للہ ایسا ہی ہے۔

لڑائی جھگڑا تو فقہی مسائل کو لے کر اہل حدیث غیر مقلدوں کے وجود میں آنے کے بعد سے شروع ہوا ہے، اگر فقہ کو چھوڑ دینے سے اُمت میں اتحاد پیدا ہوسکتا ہے تو سوچئے کہ جب اہل حدیث لوگ فقہ کو چھوڑے ہوئے ہیں تو خود ان کے درمیان مسائل میں اختلاف کیوں ہے؟ ان کے باہم اختلافی مسائل کے لئے دیکھئے: (غیر مقلدین کے متضاد فتوے از عبدالقدوس قارن، پاکستان)۔

سوال:- کیا فقہ کے مشہور اماموں نے ''اذا صح الحدیث فھو مذھبی'' فرمایا ہے، کہ اگر صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

جواب:- بلاشبہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ نے یہ بات فرمائی ہے؛ لیکن اس کا مطلب وہ نہیں ہے، جو غیر مقلد لوگ بتاتے ہیں، ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کو ان اماموں نے اجازت نہیں دی ہے کہ وہ کہیں کسی کتاب میں کوئی حدیث دیکھ لیں یا سن لیں، جو محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح ہو تو جھٹ کہنے لگیں کہ فقہ کا فلاں مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے، اس لئے فقہ کو چھوڑ دو؛ بلکہ ان اماموں

نے از راہِ احتیاط فقہ کا مسئلہ چھوڑنے اور حدیث کو اختیار کرنے کی اجازت اس شخص کو دی ہے جو فن حدیث اور فن فقہ میں ماہر ہو؛ کیوں کہ غیر ماہر اور غیر مجتہد موازنہ اور انطباق کا سلیقہ ہی نہیں رکھتا، اس لئے کہ کوئی حدیث محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح بھی ہو تب بھی بسا اوقات قابل عمل نہیں ہوتی؛ کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ منسوخ یا معلول ہو یا مرجوح ہو یا اس کے عموم میں تخصیص ہو اور اس بات کو سمجھنا غیر مجتہد کے بس کی بات نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ جو حنفی ہیں، امام اعظمؒ کے اس ارشاد کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ولا یخفی ان ذلک لمن کان اھلا للنظر فی النصوص و معرفة محکمھا من منسوخھا. (ردالمحتار:۶۷/۱، ط: بیروت)

اس بات میں کوئی خفا نہیں کہ یہ اختیار اور حق صرف اس شخص کو حاصل ہوگا، جو نصوص میں غور و فکر کرنے کی اہلیت رکھتا ہو اور منسوخ کو غیر منسوخ سے جدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

حضرت نوویؒ شافعی المسلک ہیں، امام شافعیؒ کے مذکورہ قول کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ھذا الذی قاله الشافعی لیس معناه ان کل احد رای حدیثا صحیحا، قال ھذا مذھب الشافعی و عمل بظاھره، وانما ھذا فیمن له رتبة الاجتھاد. (المجموع:۱۰۴/۱)

یہ بات جو امام شافعیؒ نے فرمائی ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر ایرا غیرا کسی حدیث کو دیکھے کہ وہ صحیح ہے تو یہ کہنے لگ جائے کہ امام شافعیؒ کا مسلک یہی ہے اور اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرنے لگ جائے؛ بلکہ یہ مقام صرف اس شخص کو حاصل ہوگا جو درجہ اجتہاد پر فائز ہو۔

**سوال:-** آپ نے فرمایا ہے کہ کوئی حدیث صحیح ہو تب بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ قابل عمل ہو، اس کی کوئی مثال دیجئے؟

**جواب:-** لیجئے! مثال لیجئے، نماز میں تکبیر افتتاح کے علاوہ دوسرے مقامات پر رفع یدین کی حدیث صحیح

ہے؛ لیکن چوں کہ منسوخ ہے، اس لئے قابل عمل نہیں ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ رفع یدین کرتے تھے، یہ حدیث بالکل صحیح ہے؛ لیکن پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یہ بیان نہیں کرتے کہ نبی کریم ﷺ نے رفع یدین کا عمل دنیا سے رحلت کے آخری لمحہ تک فرمایا تھا، یعنی اس روایت میں رفع یدین کے دوام کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کے استاذ حضرت ابوبکر بن عیاشؒ بواسطہ حصینؒ حضرت مجاہدؒ سے نقل کرتے ہیں:

عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر فلم يكن يرفع يديه الا فى تكبيرة الافتتاح من الصلاة . ( طحاوی:۱/۱۳۲)

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، مگر افتتاح صلاۃ کے وقت۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جو انتہائی درجہ کے متبع سنت تھے اور وہ خود رفع یدین والی روایت کے بیان کرنے والے ہیں، حضرت مجاہد کے بیان کے مطابق رفع یدین نہیں کرتے تھے؛ اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے ثابت ہے کہ رفع یدین کی روایت صحیح ہونے کے باوجود منسوخ ہے اور جب منسوخ ہے تو قابل عمل نہیں ہے، عدم رفع کی روایت دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نقل کرتے ہیں۔ (دیکھئے: طحاوی: ۱/۱۳۲-۱۳۴)

جب رفع یدین کی روایت منسوخ ہے تو امام اعظمؒ کا مسلک حدیث کے خلاف نہیں ہے، جیسا کہ اہل حدیث لوگ ناواقف عوام کو باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔

سوال:- کیا اہل حدیث لوگ صحابہ کرامؓ کے اجماع کو نہیں مانتے۔

جواب:- ہاں! یہ لوگ صحابہ کرامؓ کے بھی اجماع کو معتبر ہونا تسلیم نہیں کرتے، صحابہ کرامؓ کے اجماع کو نہ ماننے کا مطلب یہ ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ مل کر بھی جو بات کہیں اس کو بھی یہ لوگ نہیں مانتے، حالاں کہ یہ بہت خطرناک حرکت ہے۔

سوال:- فقہی کتب میں ائمہ کے جو اقوال ہوتے ہیں، کیا ان کی سند نہیں ہوتی، اگر نہیں ہوتی ہوتو پھر بے سند بات کیوں مانی جائے؟

جواب:- ہر امام کے قول کی سند ہوتی ہے، کوئی بات بے سند نہیں ہوتی، مثلاً درمختار فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے، ہر جگہ دستیاب ہے، مصنف نے کتاب کے شروع ہی میں اپنی سند ذکر کردی ہے، اس لئے یہ بات غلط ہے کہ فقہی کتابوں میں اماموں کے اقوال کی سند نہیں ہوتی ہے۔

سوال:- کیا نبی کریم ﷺ نے کسی خاص امام کی تقلید کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

جواب:- تقلید کرنے کا حکم قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور امام معین کی تقلید شخصی غیر مجتہد کے لئے ایک شرعی ضرورت اور مجبوری ہے۔

شریعت کے احکام دو طرح کے ہیں: ایک منصوص، دوسرے غیر منصوص، جو مسئلہ قرآن یا حدیث میں صراحتاً بیان کیا گیا ہے، اس کو منصوص کہتے ہیں اور جو مسئلہ صراحتاً بیان نہیں کیا گیا ہے، اس کو غیر منصوص کہتے ہیں، غیر منصوص مسئلہ کسی اُصول کلی اور قاعدہ کے تحت مندرج ہوتا ہے؛ لیکن شریعت کے کس اُصول اور قاعدہ کے تحت آئے گا؟ اس کو تلاش کرنے کا نام استخراج اور استنباط ہے، یہ تلاش ہر آدمی کا کام نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کی طاقت سے باہر کی چیز ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو اس کا مکلف نہیں بنایا ہے، استخراج اور استنباط مجتہدین کا کام ہے؛ کیوں کہ وہ اس کی صلاحیت رکھتے ہیں، غیر مجتہد کا فریضہ یہ ہے کہ وہ مجتہد کی تقلید کرے، اس کے بغیر دین پر چلنا اس کے لئے ممکن نہیں ہے۔

مجتہد —— شریعت کا شارح اور ترجمان ہوتا ہے، شارع نہیں ہوتا، اس کی مثال نماز میں امام کی ہے، امام کی متابعت میں مقتدی جو نماز پڑھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھتا ہے اور امام اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی نماز پڑھاتا ہے، اسی طرح مجتہد امام —— عوام کو یعنی غیر مجتہد کو شریعت کے احکام سے واقف کراتا ہے اور اس سے شریعت پر عمل کراتا ہے۔

مدینہ منورہ کے لوگ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے تھے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ

ایک ہی سوال الصول نے حضرت زید بن ثابت اور ابن عباس رضی اللہ عنہم دونوں سے کیا، دونوں کا جواب الگ الگ تھا، مدینہ والوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم لوگ آپ کی بات نہیں مانتے ؛ بلکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے جواب پر عمل کریں گے، اس واقعہ میں غور کیجئے کہ کیا مدینہ والوں کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم لوگ ہر حال میں زید بن ثابت کی ہی بات کو ماننا اور دوسرے کی بات کو نہ ماننا، ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کچھ بھی نہیں فرمایا تھا، پھر مدینہ والوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ کیوں کہا کہ ''ہم لوگ زید کی بات کو نہ چھوڑیں گے''۔

سوال:- کیا تراویح اور تہجد ایک ہی نماز کے دو نام ہیں؟ جیسا کہ حیدر آباد سے شائع شدہ ایک پمفلٹ میں لکھا گیا ہے۔

جواب:- نہیں، ایک ہی نماز کے یہ دو نام نہیں ہیں ؛ بلکہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں ؛ کیوں کہ :

(1) تہجد کی مشروعیت مکہ مکرمہ میں ہوئی اور تراویح کی مشروعیت مدینہ منورہ میں ہوئی۔

(2) تہجد کی مشروعیت قرآن سے ہوئی اور تراویح کی مشروعیت حدیث سے ہوئی، تہجد کیلئے قرآن کریم کی یہ آیت دیکھئے: ''فتهجد به نافلة لک'' (بنی اسرائیل: ۷۹) اور تراویح کیلئے حدیث ''سنت لکم قیامه اور علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین'' پیش نظر رکھئے۔

(3) تہجد کی رکعات بالاتفاق نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں؛ لیکن تراویح کی تعداد نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے؛ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

(4) تہجد کا وقت سونے کے بعد ہوتا ہے؛ جب کہ تراویح کا وقت عشاء کے بعد ہوتا ہے۔

(5) تہجد کی نماز کیلئے جماعت نہیں ہے؛ جب کہ تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

(6) تہجد کی نماز میں قرآن کریم کو مکمل پڑھنے کا حکم نہیں ہے؛ جب کہ تراویح کی نماز میں رمضان بھر میں قرآن کریم کو مکمل کرنا مسنون ہے۔

سوال:- کیا تراویح کی نماز میں پورا قرآن کم از کم ایک مرتبہ پڑھنا مسنون ہے؟

جواب:- قرآن کریم کا نزول رمضان المبارک کے مہینے میں ہوا ہے، اس لئے رمضان کے مہینے میں دن

ہو یا رات، قرآن کی تلاوت کثرت سے کرنی چاہئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جب تراویح کی نماز کو باجماعت جاری فرمایا، تو تراویح کی امامت کیلئے حافظوں کو بلا کران کی قرأت سنی پھر تیز پڑھنے والے کو تین ختم کرنے کا حکم دیا، درمیانہ رفتار سے پڑھنے والے کو دو ختم کرنے کا حکم دیا اور اس سے کم رفتار سے پڑھنے والے کو ایک ختم پڑھنے کا حکم صادر فرمایا۔ (سنن کبریٰ للبیهقی :۲/۴۹۷، مصنف ابن ابی شیبہ:۲/۳۹۲، کبیری:۳۸۸)

چوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کم از کم ایک ختم قرآن پڑھنے کے لئے فرمایا، اس سے کم کے لئے نہیں فرمایا، اس لئے کم از کم ایک ختم قرآن پڑھنا مسنون ہے؛ کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

سوال:- اہل حدیث لوگوں کی کوئی خاص بات بتایئے؟

جواب:- جو آدمی بھی نیا نیا اہل حدیث بنتا ہے، تو وہ جوش سے بھر جاتا ہے، سنجیدگی اور ہوش نام کا بھی اس میں باقی نہیں رہتا ہے، جب بات کرے گا تو ایک موضوع کو چھوڑ کر دوسرا موضوع چھیڑ دے گا، ایک کتاب سے حوالہ دکھایا جائے گا تو دوسری کتب کا مطالبہ کر دے گا، اس کے حق میں کسی امام کا یا کسی عالم کا کوئی قول مل جائے گا تو خوشی میں نعرہ لگائے گا، (جب کہ یہ حوالہ بھی اس کی بے علمی اور بدفہمی کا آوردہ ہوتا ہے) دوسرے کے حق میں اگر صحیح حوالہ بھی ملے گا تو امتی کا قول کہہ کر ٹھکرا دے گا، جب بالکل لاجواب ہو جائے گا تو یہ کہے گا کہ اب بعد میں بات کروں گا، اس طرح وہ اپنی جان چھڑائے گا یا کہے گا کہ اب چلئے، فلاں غیر مقلد مولوی کے پاس چلئے، وغیرہ وغیرہ۔

...☆☆☆...